غلبہ اور عزت حاصل کرنے کے لئے خدا کے رنگ اختیار کریں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷/اپریل ۱۹۹۲ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ ﴿۱۱۳﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ
دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ
زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ۚ
وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ
الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا
قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا
مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۸﴾
وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ۙ
اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ
جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ
الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاۗءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ
وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ

اِنَّا عٰمِلُوۡنَ ﴿۱۲۲﴾ وَ انۡتَظِرُوۡا ۚ اِنَّا مُنۡتَظِرُوۡنَ ﴿۱۲۳﴾ وَ لِلّٰہِ غَیۡبُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اِلَیۡہِ یُرۡجَعُ الۡاَمۡرُ کُلُّہٗ فَاعۡبُدۡہُ وَ تَوَکَّلۡ عَلَیۡہِ ؕ وَ مَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾ (ھود:۱۱۳تا۱۲۴)

پھر فرمایا:-

آج زمانہ بڑی تیزی کے ساتھ اخلاقی انحطاط کی طرف بڑھ رہا ہے اور وہ روکیں جو فساد کے بڑھنے کی راہ میں حائل تھیں وہ دنیاوی اغراض کی روکیں تھیں، اعلیٰ اقدار کی روکیں نہیں تھیں اور جب وہ روکیں اُٹھیں تو تیزی کے ساتھ دنیا خودغرضی سے اپنے مطالب کے حصول میں کوشاں ہے اور خودغرضی کی جو یہ نئی لہر اُٹھی ہے اس نے تمام عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ یہ وہی لہر ہے جو پہلے ایک دبی ہوئی قوت کے طور پر موجود تھی لیکن بعض بیرونی عوامل کے نتیجہ میں پوری طرح کُھل کھیلنے کی طاقت نہیں پاتی تھی۔ اب وہ بیرونی عوامل اُٹھا دیئے گئے ہیں اور ہر قوم ایک دوسری قوم کے خلاف موج کرنے کے لئے تیار بیٹھی ہے۔ یہ وہ صورتحال ہے جو انتہائی خطرناک ہے اور تمام دنیا کے امن کو برباد کرنے کے لئے گویا سارے عالم میں تیاری ہو رہی ہے۔ یہ وہ وقت ہے جبکہ مغرب کو متہم کرنا اور مشرق کو مستثنیٰ کرنا ایسا ہی غلط ہوگا جیسے مشرق کو متہم کرنا اور مغرب کو مستثنیٰ کرنا۔

میں نے قوموں کے حالات کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مغرب ظالم ہے اور مشرق نہیں یا مشرق ظالم ہے اور مغرب نہیں ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم:۴۲) کا ایک نیا نقشہ دنیا میں ابھر رہا ہے اور اس کی سب سے بڑی تکلیف اور اس تکلیف کو دُور کرنے کی سب سے بڑی ذمہ داری جماعت احمدیہ پر عائد ہوتی ہے کیونکہ ہم یہ کامل یقین رکھتے ہیں کہ زمانے کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچانے کے لئے ہمیں کھڑا کیا گیا ہے۔ یا ڈوبتے ہوئے زمانے کو بچانے کے لئے ہمیں وہ کشتی عطا فرمائی گئی ہے جس نے نوحؑ کی کشتی کا سا کام کرنا ہے۔ یہ کشتی جتنی وسیع ہوگی اتنے ہی زیادہ بنی نوع انسان کو بچانے کی اہلیت رکھے گی۔

اس پہلو سے میں دعوت الی اللہ پر خصوصیت سے زور دیتا رہا ہوں۔ ہم کیسے ہی مخلص کیوں نہ ہوں۔ ہم کتنے ہی بنی نوع انسان کی ہمدردی چاہنے والے کیوں نہ ہوں جب تک ہم میں انفرادی طاقت

اتنی پیدا نہیں ہوتی کہ تمام عالم میں پھیل کر تمام عالم کے مسائل کا حل تلاش کرنے میں دنیا کی مدد کریں۔تو اس وقت تک ہماری آوازیں صدا بصحرا کی حیثیت رکھتی رہیں گی اور اس سے زیادہ ان کا فائدہ نہیں پہنچے گا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس جدوجہد کو چھوڑ دیا جائے اور تعداد بڑھنے کا انتظار کیا جائے۔

قرآن کریم نے انبیاءؑ کی سنت اسی طرح محفوظ فرمائی ہے اور بار بار یہ تاریخ دُہرائی ہے کہ انبیاءؑ نے نیکی پھیلانے اور بدی کو روکنے کے لئے تعداد کا انتظار نہیں کیا بلکہ جب وہ اکیلے تھے اس وقت بھی دنیا کو یہی تعلیم دیتے رہے اور جب وہ زیادہ ہوئے تو اس وقت بھی یہی تعلیم دیتے رہے حقیقت میں دعوت الی اللہ کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ایک گہرا تعلق ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لازم ملزوم ہیں ایک کو طاقت ملے تو دوسرے کو ضرور طاقت ملتی ہے لیکن ایک دوسرے کا انتظار نہیں کرتا۔جس حد تک ممکن ہو یہ دونوں بنیادی فرائض جو ہم پر عائد فرمائے گئے ہیں ان کی ادائیگی میں جماعت کو مستعدی دکھانی چاہیئے۔

جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے یہ سورۂ ھود کا آخری رکوع ہے۔سورۂ ھود کے متعلق حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر بعض اور سورتوں کے متعلق بھی لیکن ھود کی خصوصیت سے آپؐ نے بیان فرمایا کہ مجھے تو اس سورۃ نے بوڑھا کر دیا ہے۔میرے بال اس سورۃ نے سفید کر دیئے ہیں۔اس سورۃ میں وہ کیا بات تھی جس کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے آپؐ نے بتایا کہ میں نے اتنا دکھ محسوس کیا ہے کہ گویا میرے بال اس سورۃ میں بیان فرمودہ قوموں کے دردناک حالات کی وجہ سے سفید ہوئے۔ جہاں تک تفصیلات کا تعلق ہے سورہ ھود پڑھنے سے ہر احمدی کو ان بدنصیب قوموں کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں جو باوجود اس کے کہ انبیاءؑ اور ان کی جماعتوں نے ان کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن وہ گویا رسیّاں تڑوا کر اپنے ہلاکت کے گڑھے کی طرف سرپٹ دوڑنے لگیں اور بالآخر ہلاک ہو گئیں۔وہ تاریخ آپ کو قرآن کریم میں مختلف جگہ مذکور دکھائی دے گی مگر سورۂ ھود میں بہت تیز لہروں کے ساتھ اور بار بار اٹھنے والی لہروں کے ساتھ اس تاریخ کا اعادہ فرمایا گیا ہے اور ایک ہی بیٹھک میں جب آپ سورۂ ھود پوری پڑھ جاتے ہیں تو پھر آپ کو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کیا غم تھا جس نے حضرت اقدس محمد ﷺ کے مقدس بالوں کو سفید کر دیا۔

آخری رکوع جس کی میں نے تلاوت کی ہے اس میں ان فتنوں کا علاج بیان فرمایا گیا ہے اور وہ نصیحتیں بیان فرمائی گئی ہیں کہ اگر وہ قومیں جو اصلاح کا دعویٰ لے کر اٹھتی ہیں ان نصیحتوں پر عمل پیرا ہوں تو وہ تاریخ تبدیل ہوسکتی ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر قوموں میں پاک تبدیلی پیدا ہو بھی جائے تب بھی بدوں کی تاریخ دہرائی جائے گی۔ تاریخ دہرانے میں دو اطراف کارفرما ہوتی ہیں اگر دونوں طرفیں ویسا ہی رویہ اختیار کریں تو لازماً پہلی تاریخ دہرائی جائے گی کیونکہ خدا کی تقدیر کسی سے ناانصافی کا سلوک نہیں فرماتی اور کسی کو ناواجب رعایت نہیں دیتی۔ اگر قوم کے نیک و بد کے دو حصے بنائے جائیں تو اگر نیکوں نے اپنی کوشش میں کمی کر دی ہو یا نیک کسی وجہ سے مجبور ہو چکے ہوں اور ان کا پیغام نہ سنا جائے تو قوموں کی ہلاکت کی تاریخ لازماً دہرائی جائے گی اور بدقوموں کا اس میں یہ کردار ہوگا کہ وہ بار بار کی نصیحتوں کے باوجود نیک لوگوں کی نصیحتوں پر ایک دفعہ پھر عمل کرنے سے انکار کردیں اور اپنی ضد پر مصر رہیں۔ پس یہ قوم کے دو حصے ہیں اگر یہ اپنی عادات کو تبدیل نہ کریں اور بعینہ وہی اعمال اختیار کریں اور طریق اختیار کریں جو پہلے کئے گئے تو تاریخ دہرائی جائے گی اور یہ تاریخ ضروری نہیں کہ بد ہو۔ چنانچہ سورۂ یونس میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی قوم کا ذکر فرمایا جس کی تاریخ ویسی نہیں تھی جیسی پچھلی قوموں کی تھی یعنی تاریخ کا نتیجہ وہ ہلاکت نہ نکلا جو پہلی قوموں کی تاریخ کا نتیجہ نکلا اس لئے کہ بالآخر اس قوم نے توبہ کی، استغفار سے کام لیا اور ان کی وہ ہلاکت جو گویا اس طرح مقدر ہو چکی تھی کہ نبی کو مشروط طور پر ان کی ہلاکت کی اطلاع دے دی گئی تھی لیکن جب قوم نے پاک تبدیلی کر دکھائی تو وہ ہلاکت کی خبر بھی ٹال دی گئی اور قرآن کریم فرماتا ہے کہ کاش یونسؑ کی قوم کی طرح اور بھی قومیں ہوتیں کہ جو اس طرح نبی وقت کی ہدایت سے استفادہ کرنے کے بعد بالآخر اصلاح کرتیں اور ہلاکت سے بچ جاتیں۔

پس جب میں تاریخ دہرانے کی بات کرتا ہوں تو دونوں قسم کی تاریخوں کا قرآن کریم میں ذکر ہے وہ قومیں جنہوں نے آخر نصیحت پکڑی اور بچ گئیں۔ ان میں سب سے بڑی اور پاکیزہ اور سب سے اونچی مثال حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم کی ہے۔ آپؐ کی مثال اور حضرت یونسؑ کی مثال میں ایک کھلا کھلا فرق ہے۔ حضرت یونس کی مثال بیان کرنے کے بعد میرا فرض ہے کہ آپ کو اس پاکیزہ اور سب مثالوں سے بڑھ کر پاکیزہ مثال سے بھی آشنا کروں اور اس فرض

سے مطلع کروں تا کہ آپ حضرت یونسؑ کی قوم والی دعائیں نہ کریں بلکہ وہ دعائیں کریں جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قوم کے لئے کی تھیں۔

حضرت یونسؑ کی قوم کو نجات ملی لیکن یونسؑ کی دعا کے نتیجہ میں نہیں بلکہ اس قوم نے جب عذاب کو اپنے سر پر کھڑے دیکھا اور حضرت یونسؑ کے اپنے ملک کو چھوڑ کر ہجرت کر جانے کے بعد اُن کو اچانک یہ احساس ہوا کہ سب سے نیک انسان وہی تھا جو ہمیں چھوڑ کر چلا گیا ہے اور اب اگر عذاب آ جائے تو بعید نہیں ہے۔ اس قسم کے اور اس سے ملتے جلتے احساسات نے انہیں گریہ وزاری پر مجبور کیا اور جب ان کا عذاب ٹل گیا تو حضرت یونسؑ کا ردّ عمل اس سے بالکل مختلف تھا جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ردّ عمل تھا۔ آپؐ کا ردّ عمل اور قوم کے ساتھ آپؐ کا جو رشتہ تھا وہ بھی تاریخ کو دہرانے والا ایک رشتہ تھا مگر بہتر کر کے دہرانے والا۔ یونسؑ کی تاریخ کو اس رشتے نے دُہرایا مگر بہت بہتر شکل میں اور بدلے ہوئے انداز کے ساتھ۔ قوم بچ تو گئی جس طرح یونسؑ کی قوم بچی تھی مگر ایک نئی شان کے ساتھ بچائی گئی اور وہ شان، شانِ محمدی ہے جس کے نتیجہ میں قوم پر فضل ہوا۔

سفر طائف کے دوران حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اہل طائف نے جو انتہائی ظالمانہ اور بہیمانہ سلوک فرمایا۔ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس بات پر آمادہ دکھائی دیتا ہے اور اس غرض سے فرشتے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پیغامبر بنا کے بھیجے جاتے ہیں کہ اگر تم چاہو تو یہ قوم ان پہاڑوں کے نیچے کچلی جائے اور ہمیشہ کے لئے ان کا نشان مٹ جائے۔ یہ فرشتے بھیجنا اس بات کو ظاہر نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مٹانے کا فیصلہ کر لیا تھا بلکہ خدا تعالیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کو نمایاں کر کے دنیا کے سامنے سورج کی طرح روشن صورت میں دکھانا چاہتا تھا اور یہ بتانا چاہتا تھا کہ اس شان کے نبی بھی دنیا میں آئے ہیں اور سب شانوں سے بڑھ کر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہے۔ جب ابھی زخموں سے خون رس رہا تھا، جب بدن کا انگ انگ دکھ رہا تھا، انتہائی دردناک حالت میں آپؐ دعا کر رہے تھے تو اس وقت فرشتے ظاہر ہوتے ہیں اور آپؐ کا یہ جواب ہے کہ اے خدا! میں نہیں چاہتا کہ یہ قوم ہلاک ہو۔ یہ نہیں جانتے کہ یہ کیا کر رہے ہیں اور کس سے کر رہے ہیں؟ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپؐ نے وہاں بھی یہ دعا کی جو ایک اور موقع پر بھی فرمائی کہ **اللّٰھم اھد قومی فانھم لایعلمون** (مسند احمد جلد ۴ صفحہ: ۳۳۵)

قبل ازیں میں یہ بیان تو کرتا رہا لیکن بعض علماء کہتے تھے کہ طائف کے ساتھ اس روایت کا تعلق نہیں یہ دعا کسی اور موقع پر کی گئی تھی مگر چند دن ہوئے ہیں مجھے قطعی طور پر تاریخی حوالہ مل گیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف کے موقع پر بھی یہ دعا کی کہ **اللّٰھم اھد قومی فانھم لایعلمون** اے میرے اللہ! اس قوم کو ہدایت دے یہ نہیں جانتے۔ تو دیکھیں سنت یونسؑ اور سنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کتنا فرق ہے وہاں قوم کی ندامت اور پشیمانی نے قوم کو بچایا ہے۔ یہاں قوم کو کوئی ندامت نہیں تھی، کوئی پشیمانی نہیں تھی لیکن حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت بیکراں نے ان کو بچایا ہے۔ آپؐ کے دل میں رحمت کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ ظالموں کے حق میں بھی آپؐ دعا کرنے والے تھے۔

یہ واقعہ میں نے خصوصیت کے ساتھ جماعت کے سامنے اس لئے رکھا ہے کہ صرف پاکستان کے مظالم کا سوال نہیں ہے۔ تمام دنیا میں جماعت کے خلاف مظالم کرنے کا Potential بنیادی طور پر اہلیت موجود ہے۔ جہاں بھی آپ ترقی کریں گے آپ کے خلاف سازشیں ہوں گی، جہاں بھی آپ ترقی کریں گے آپ کے خلاف مظالم ہوں گے اور مظالم کی یہ تاریخ بار بار دُہرائی جانے والی تاریخ ہے۔ یہ نہ سمجھیں کہ پاکستان میں حالات تبدیل ہو گئے تو اس کے بعد ہمیشہ کے لئے آپ کے لئے آسانی اور سبک رفتاری کا سفر ہوگا ہر قدم پر روکیں پڑنے والی ہیں۔ جس جس ملک میں آپ سر اٹھائیں گے اور جس جس ملک میں آپ کا سر اٹھانا ایک قوت کے ساتھ ہوگا، ایسی علامتیں رکھتا ہوگا کہ اُس سے دشمن یہ سمجھے کہ اب یہ غالب آنے والے ہیں وہاں کیسا ہی مہذّب ملک کیوں نہ ہو لازماً آپ کی شدید مخالفت ہوگی اور یہ لمبا سفر ہے تو کس کس کی ہلاکت کی دعا کریں گے، کس کس کی تباہی چاہیں گے۔ گویا آپ سب دنیا کو بچانے کی بجائے ساری دنیا کو ہلاک کرنے کے لئے مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ اس لئے آج پاکستان کے حق میں جو ردّعمل دکھانا ہے وہی ردّعمل ساری دنیا کے متعلق ہمیشہ کے لئے آپ کا طے شدہ ردّعمل ہے اس لئے قرآن کریم نے جو نصیحتیں سورۂ ھود کے آخر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمائیں وہ میں نے آپ کے سامنے پڑھ کر سنا دی ہیں اور اب میں ان کا ترجمہ بھی کرتا جاتا ہوں اور جہاں مناسب ہوا اُس کی تشریح کروں گا تا کہ آپ کو بتاؤں کہ جماعت کو کس کردار کو اپنانا ہے اور اس سے چمٹ جانا ہے۔ بدی چاہتے ہوئے اپنے

انتقام کی جو طبعی بات ہے پیاس کو پورا نہ کریں بلکہ وہ انتقام لیں جو حضرت محمد ﷺ کا انتقام تھا جس نے فتح مکّہ کے وقت انتقام کی ایک ایسی نئی تاریخ قائم کردی جس کی ایک چھوٹی سی مثال یوسفؑ اور اس کے بھائیوں کے معاملے کے طور پر قرآن کریم میں بیان ہوئی لیکن بہت محدود مثال تھی۔ ایک بھائی نے اپنے بھائیوں کو معاف کیا تھا لیکن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ایک نئی شان یوسفی کے ساتھ دنیا کے سامنے جلوہ گر ہوئے اور شدید ترین دشمنوں کو بھی آپؐ نے ان واحد میں معاف فرما دیا۔ ایسے دشمنوں کو بھی معاف فرما دیا جنہوں نے آپؐ کے محبوب صحابہؓ جیسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کا کلیجہ نکال کر چبا لیا ان کو بھی معاف فرما دیا گیا۔ پس وہ شان یوسفی ہے جو دنیا کو بچانے والی شان ہے جس کے نتیجہ میں اس عالم کی بقا کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں اگر جماعت احمدیہ نے وہ شان نہ دکھائی تو یہ دنیا ہلاک شدہ سمجھیں۔ جو آثار میں دیکھ رہا ہوں نہایت ہولناک اور خوفناک ہیں۔ قومیں خواہ وہ ترقی یافتہ ہوں یا غیر ترقی یافتہ ہوں سب ظالم ہو چکی ہیں اور ظلم ایک دوسرے کے خلاف چڑھائی کر رہا ہے، ظلم ایک دوسرے کے خلاف موجیں مار رہا ہے۔ بعض حالات میں طاقتور ظالم دکھائی دیتا ہے اور کمزور ظالم نہیں دکھائی دیتا لیکن کمزوری کو جب پردے میسر آ جائیں جب وہ چھپ کر ظلم کر سکے اُس وقت اگر وہ ظلم سے باز رہے تو پھر یہ کہا جا سکتا ہے کہ کمزوری تو ہے ظلم نہیں ہے لیکن جہاں کمزوری کو کوئی ناواجب سہارا مل جائے، جہاں اِخفاء کے پردے پڑ جائیں وہاں اگر کمزوری ظلم کرے تو اس کمزوری کو بھی ظالم کمزوری کہیں گے مظلوم کمزوری نہیں کہیں گے۔

پس انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ آپ تقویٰ سے لو لگائیں اور تقویٰ کی وفا اختیار کریں۔ سچائی سے چمٹیں اور قومیتوں کے فساد سے کنارہ کش ہو جائیں کیونکہ یہ فساد دنیا کو ہلاک کرنے والے فساد میں۔ رنگ ونسل کی تمیز سے بالا ہو کر اگر آپ نے دنیا کو ہدایت اور نیکی کی طرف بلایا تو پھر آپ میں یہ قدرت ہوگی کہ آپ تمام عالم کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کر دیں۔ اگر آپ نے رنگ ونسل سے بالا ہونے کی صلاحیت اختیار نہ کی تو آپ خود بھی ڈوبیں گے اور دوسری قوموں کو بھی لے ڈوبیں گے اور احمدیت کی فتح کا ان اداؤں کے ساتھ کوئی امکان نہیں ہے۔ لیکن ہم نے ضرور فتح یاب ہونا۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ جماعت احمدیہ انشاء اللہ تعالیٰ وقتی تکلیفوں اور جذبات کو قربان کرتے ہوئے اعلیٰ اقدار کی لازماً حفاظت کرے گی اور قومی تفریقات اور نسلی امتیازات سے بالا ہو کر حق کے ساتھ چمٹی رہے گی اور حق کے ساتھ اور صبر

کے ساتھ نصیحت کرتی رہے گی۔

اب میں آپ کے سامنے ان آیات کا ترجمہ رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ کہ اے محمدؐ! مضبوطی کے ساتھ اس بات پر قائم ہو جا جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑ لے۔ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ اور وہ سارے لوگ بھی تیری پیروی میں میرے احکامات کو مضبوطی سے پکڑ لیں جنہوں نے توبہ کر کے تیرے ساتھ شمولیت اختیار کی ہے۔ وَلَا تَطْغَوْا اور تم حدوں کو نہ پھلانگو، حدوں سے تجاوز نہ کرو یعنی توازن کو ہاتھ سے نہ جانے دو تَطْغَوْا کا مطلب ایک تو یہ ہے کہ قرآن کریم نے جو حدود مقرر فرمائی ہیں ان کو پھلانگ کر بے راہ روی اختیار نہ کرنا اور دوسرا تَطْغَوْا کا مطلب یہ ہے کہ توازن اختیار کرو کسی معاملے میں بھی خواہ وہ دنیا کے ہوں یا دین کے ہوں درمیانی حد سے تجاوز نہ کرو اپنے معاملات کو متوازن رکھو اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ تمہارے اعمال پر نظر رکھ رہا ہے اور چونکہ اعمال کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے مترتب فرمانا ہے۔ اس لئے اگر ہمارے اعمال کی گہرائیوں میں بھی رخنے ہوئے اور نیتوں میں فتور رہا تو نیک نتیجہ بہر حال نہیں نکلے گا۔ فرمایا وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ اور ہرگز ان لوگوں کی طرف نہ جھکو جنہوں نے ظلم سے کام لیا ہے، جنہوں نے ظلم کو اپنا شیوہ بنالیا ہے فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ایسی صورت میں تمہیں ضرور آگ کا عذاب پہنچے گا وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ اور یاد رکھو کہ خدا کے سوا تمہارا دوست کوئی ہے ہی نہیں ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ اُس دوستی کو چھوڑو گے تو پھر کہیں سے مدد نہیں دیئے جاؤ گے۔

کیسا عظیم کلام ہے اور الٰہی جماعتوں کے حالات اور تعلقات کا کتنا پیارا اور واضح نقشہ کھینچا گیا ہے۔ جو لوگ ظلم کرتے ہیں ان کے ظلم کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتے ہیں یعنی ظلم کے نتیجہ میں دوست بنانا چاہتے ہیں۔ یہ عجیب اُلٹی عقل کی بات ہے لیکن مذہب کے معاملے میں یہی ہوا کرتا ہے۔ ظالم ظلم کرتا چلا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ظلم سے باز نہیں آؤں گا جب تک میرے ساتھ شامل نہ ہو اور میری طرز اختیار نہ کرو، میرے جیسے نہ بن جاؤ تو میں تمہیں مارتا چلا جاؤں

گا۔ فرمایا ہرگز ان کے جیسا نہیں بننا کیونکہ ظالم تمہارا کیسے ہوسکتا ہے جو تم سے نفرت کا سلوک کر رہا ہے اور ظلم کا سلوک کر رہا ہے وہ تمہارا ہو ہی نہیں سکتا اور یاد رکھو دنیا میں کوئی بھی تمہارا نہیں ہے۔ جب تم خدا کے ہو گئے تو سب تمہارے دشمن ہو چکے ہیں۔ اسی لئے میں آپ کو بتا رہا تھا کہ دنیا میں ہر جگہ جہاں بھی جماعت کی ترقی کے امکانات پیدا ہوں گے لازماً آپ پر ظلم ہو گا۔ قرآن کریم یہ فرما رہا ہے اور قرآن کریم کی ہر بات لازماً اور قطعی طور پر سچی ہوتی ہے۔

تو یہ ظلم ایک فطری ظلم کی کیفیت کا نام ہے۔ جب بھی کوئی خدا والا بنتا ہے اور خدائی جماعتیں دنیا میں قائم ہوتی ہیں تو ان کے خلاف ساری دنیا کا ظلم ایک لازمی نتیجہ ہے خواہ وہ پہلے ظاہر ہو یا بعد میں ظاہر ہو لیکن فطرتاً اہلیت کے لحاظ سے وہ ظلم ان سب قوموں میں موجود ہے اور قرآن کریم نے متنبہ فرمایا کہ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ یاد رکھو خدا کے سوا کوئی تمہارا ولی نہیں ہے، کوئی تمہارا دوست نہیں ہے اس کو چھوڑ دو گے تو ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ پھر کوئی تمہاری مدد نہیں کرے گا خواہ تم ظلم کے سامنے سر تسلیم خم کرو یا نہ کرو اس سے قطع نظر یہ ظالم تمہارے کبھی نہیں ہو سکیں گے اور ظالموں کا یہ رویہ ہے۔ وہ ایک دفعہ اپنے ساتھ شامل کرنے کے بعد دو چار دن ہی دیگیں چڑھایا کرتے ہیں، دو چار دن ہی پھولوں کے ہار پہناتے ہیں پھر کبھی بھی ان کے نہیں رہتے، ان کی مصیبتوں میں ساتھ شامل نہیں ہوتے۔ کبھی ظالموں کو آپ اس طرح نہیں دیکھیں گے کہ کسی کو مرتد کیا اور پھر اس کے لئے دردِ دل سے دعائیں ہو رہی ہیں اس کی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں، اس کے اخلاق کی اصلاح کی کوشش کی جارہی ہے۔ ارتداد کی ساری تاریخ پر نظر ڈال کر دیکھ لیں ایک بھی جگہ آپ کو استثناء دکھائی نہیں دے گا۔ کتنا سچا کلام ہے۔ فرمایا ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں، ساتھ شامل کر کے خدا سے تعلق کاٹ دیں گے لیکن تمہارے نہیں بن سکیں گے۔

پس ایک تو یہ ہے کہ ان جیسا نہیں بننا اور دوسرا یہ فرمایا کہ اس میں صرف مذہب کی تبدیلی مراد نہیں بلکہ عادات کی تبدیلی بھی مراد ہے۔ مشرق میں اگر مذہب کی تبدیلی پر زور دیا جا رہا ہے تو مغرب میں بنیادی اسلامی معاشرے کو چھوڑ کر غیر اسلامی معاشرہ اختیار کرنے پر زور دیا جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ اگر تم نے ہمارے ملکوں میں بسنا ہے، ہمارے اندر شامل ہونا ہے تو تمہیں اپنے معاشرے کو ترک کرنا ہو گا اور ہمارے معاشرے کو اپنانا ہو گا۔ اب یہ وہ ایسا مقام ہے جہاں ایک مومن کا کام

ہے کہ فراست سے کام کرے۔

معاشرے دوطرح کے ہوتے ہیں ایک قومی عادات اور روایات کی بناء پر جن کا مذہب سے کوئی ٹکراؤ نہیں ۔ وہاں ہر احمدی کی قوم سے محبت اور وفا کا تقاضا یہ ہے کہ ان حصوں کو اپنا لے جن حصوں میں خدا چھوڑ کر کوئی معاشرہ اختیار نہیں کرنا پڑتا یا معاشرتی اطوار اختیار نہیں کرنے پڑتے۔ لیکن ایک وہ معاشرہ ہے جو کل عالم کا مشترکہ معاشرہ ہے جسے اسلام قائم کرنا چاہتا ہے وہ اعلیٰ اخلاقی کردار پر مبنی معاشرہ ہے اس کا کسی قومیت سے تعلق نہیں۔ وہ اسی طرح انگریز کا ہے جیسے ہندوستانی کا، اسی طرح جاپانی کا ہے، جیسے پاکستانی کا، نہ مشرق کا فرق نہ مغرب کا وہ معاشرہ بین الاقوامی معاشرہ ہے یعنی نور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاشرہ ہے جس کے متعلق فرمایا لَّا شَرۡقِيَّةٍ وَّلَا غَرۡبِيَّةٍ (النور:۳۶) وہ ایسا معاشرہ ہے جس کو نہ تم مشرق کا قرار دے سکتے ہو نہ مغرب کا۔ یہ وہ معاشرہ ہے جس کی حفاظت ہر احمدی کا فرض ہے ورنہ اس آیت کا بطلان لازم آئے گا، اس کا انکار لازم آئے گا۔ فرمایا وَلَا تَرۡكَنُوۡۤا اِلَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا۔ ظَلَمُوۡا سے مراد ضروری نہیں کہ جسمانی طور پر یا اقتصادی طور پر کسی پر ظلم کیا جائے۔ ظَلَمُوۡا سے مراد شرک ہے۔ شرک کرنے والے، بدیاں کرنے والے، گناہ کرنے والے لوگ، خدا ہر قسم کی دوری اختیار کرنے والے، یہ سارے ظالم ہیں اور قرآن کریم میں ظلم کی اصطلاح ہر قسم کی تاریکی پر اطلاق پاتی ہے تو فرمایا کہ جن معاشروں میں خدا سے دوری کی تاریکی موجود ہے اس تاریکی کو نہ اپنا لینا اگر تم نے اپنا لیا تو یہ بھی جھوٹ بولتے ہیں کہ تمہیں اپنا سمجھ لیں گے۔

اگر تم مشرقی ہو تو مشرق مشرق ہی رہے گی۔ یاد رکھنا کہ مغرب مغرب ہی رہے گی یہ دونوں اس طرح امتزاج اختیار نہیں کر سکتے کہ ایک ہو جائیں۔ اس کی وجہ مشرقیت اور مغربیت نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض قومیں طاقتور ہیں اور بعض کمزور ہیں اور کمزور قومیں جب طاقت والوں کے رنگ اختیار کرتی ہیں اور ان کی نقلیں اتارتی ہیں تو طاقتور قومیں ظاہری طور پر ان سے حسن سلوک بھی کریں لیکن نفسیاتی طور پر وہ اس یقین پر اور زیادہ قائم ہو جاتی ہیں کہ یہ گھٹیا اور ذلیل لوگ ہیں اور اُن کا احساس برتری پہلے سے بھی بڑھ جاتا ہے اس لئے کمزور قومیں خواہ احساس کمتری کا شکار ہوں یا اس کے بغیر ہوں جب تک وہ عقل اور اقتصادیات اور دنیاوی ترقی کے لحاظ سے اسی پلیٹ فارم پر برابر

کے نہ ہو جائیں جس پر آج بعض قومیں فائز ہیں۔ اس وقت تک ان کا معاشرہ اختیار کرنے سے آپ کو عزت نصیب نہیں ہوسکتی، یہ ناممکن ہے۔ مشرق میں جاپان ایک بڑی قوم کے طور پر ابھرا ہے اس کے متعلق بعض دانشوروں نے لکھا۔ یہ غالباً جاپان ہی کے کسی دانشور کی بات ہے کہ جاپان نے ہر طرح مغرب کی نقل اتاری لیکن برابری نہ ہوسکی لیکن جب جاپان نے طاقت اختیار کر لی اور اقتصادی لحاظ سے غالب آ گیا اسلحہ کے لحاظ سے بھی اور فنون حرب کے لحاظ سے بھی ایک طاقت بن کر اُبھرا تو پھر ہم برابر کے ہو گئے۔ تو یہاں برابری اور غیر برابری کا مسئلہ قومیتوں کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ دنیا میں طبعی طور پر بعض فوقیتوں کے رکھنے اور بعض فوقیتوں کے نہ رکھنے کے نتیجہ میں ہوا اگر مشرق کے وہ حالات ہوں جو آج مغرب کے ہیں تو مغرب بھی خواہ جتنا چاہیں مشرق کی نقل اتارے ان کے برابر نہیں ہو سکے گا۔ پس ان معنوں میں مَیں سمجھا رہا ہوں کہ اس میں قومی اور نسلی تفریق کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے۔ جسے قرآن کریم نے بیان فرمایا۔

فرمایا وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا تمہیں اس کے نتیجہ میں نقصان تو پہنچے گا، تمہارے حصہ میں آگ تو آئے گی لیکن اولیاء نصیب نہیں ہوں گے۔ کمزوروں اور غریبوں کا ایک ہی ولی ہے اور وہ اللہ ہے۔ وہی ہے جو آسمان سے اتنا جھکتا ہے کہ زمین کے پست ترین رہنے والوں سے بھی تعلق قائم کر لیتا ہے اور تحت الثریٰ میں بسنے والوں سے بھی ایک تعلق قائم کر لیتا ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا ولی ہو ہی نہیں سکتا۔ انسان تو بنیادی طور پر متکبّر ہے اور ذرا سی اس کو فضیلت حاصل ہو جائے تو نچلے آدمی کو نچلا ہی سمجھتا ہے۔ اور اس کے ساتھ جھک کر اُس سے برابری اختیار نہیں کیا کرتا۔ تو مشرق میں بسنے والے احمدیوں پر جہاں ظلم ہو رہے ہیں ان کے لئے بھی یہ نصیحت اُسی طرح کارگر ہے جس طرح مغرب میں بسنے والے احمدیوں پر جو غیر اسلامی معاشرے سے متاثر ہو کر ان لوگوں کے رنگ اختیار کرنے لگتے ہیں۔ جہاں جہاں اسلامی قدروں کو قربان کر کے وہ رنگ اختیار کرتے ہیں، وہاں وہ گھاٹے میں ہیں جہاں ان قدروں کو قربان کئے بغیر اچھی باتیں اور دنیا کے لحاظ سے بے ضرر باتیں اختیار کرتے ہیں وہاں وہ خوبی بن جاتی ہے۔

پس احمدی کو بالغ نظر ہوتے ہوئے اس طرح معاملات کا تجزیہ کرنے کے بعد آخری فیصلہ سچائی کے حق میں دینا چاہئے اور اسی کا نام تقویٰ ہے، اس کا نام عقل کل ہے اگر جماعت احمدیہ سچے

معنوں میں گہری تفصیل کے ساتھ متقی ہو جائے تو اتنی عقلمند جماعت بنے گی کہ دنیا کی کوئی جماعت، کوئی قوم اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی کیونکہ آخری بات عقل اور حکمت کی بات ہی ہوا کرتی ہے جو جیتا کرتی ہے۔ جن قوموں نے بھی ترقی کی ہے عقل اور حکمت سے ہی ترقی کی ہے۔ اسی سے ان کو دنیوی طاقتیں بھی نصیب ہوئی ہیں اور عقلِ کُل تقویٰ کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتی۔

پھر فرمایا وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ یہ جو تمہیں کہا گیا ہے کہ ان کی طرف نہ جھکو اور خدا ہی تمہارا ولی ہے تو خدا کو پھر ولی بنانے کی بھی تو کوشش کرو اور اس کی ولایت کو پکّا کرنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ تمہیں یہ بات سمجھ آ چکی ہے کہ خدا کے سوا کوئی تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ اس کا طریق بیان فرما کہ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ اپنے دنوں کو عبادتوں سے گھیر لو صبح بھی عبادت کرو اور شام کو بھی عبادت کرو اور راتوں کو بھی اپنے لئے عبادت کے محافظ قائم کرو یعنی اپنی راتوں کی عبادت کے ذریعہ خود اپنی حفاظت کے سامان کرو۔ یہ ولایت کا معنی ہے جس کو قرآن کریم نے اس نصیحت کے معاً بعد بیان فرمایا کہ خدا کے سوا تمہارا کوئی ولی نہیں ہے۔ مدد ملے گی تو وہاں سے ملے گی۔ کن کو ملے گی؟ کیسے ملے گی؟ کس طرح؟ پھر اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے گا۔ فرمایا یہ اعلیٰ مقصد تمہیں عبادتوں کے ذریعہ نصیب ہوگا۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ دن کے دونوں کناروں پر عبادت کے نگہبان مقرر کر دو۔ صبح بھی عبادت کرو اور شام کو بھی عبادت کرو اور کچھ رات کو بھی اٹھ کر عبادت کیا کرو اور پھر یاد رکھو اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ نیکیاں ضرور بدیوں کو مٹا دیا کرتی ہیں۔ اب یہ ایک عجیب بیان ہے اور ایسا بیان ہے جس کو ٹھہر کر، نسبتاً زیادہ گہرائی میں جا کر سمجھنا چاہئے۔

عام طور پر ہم دنیا کی تاریخ میں یہ دیکھتے ہیں کہ نیکیاں ظاہر ہوتی ہیں، سچائیاں ظاہر ہوتی ہیں اور بار بار بدیاں اُن پر غالب آتی ہیں اور سچائیاں کالعدم ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ کتنے نبی دنیا میں آئے آدمؑ سے لے کر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک، بار بار نیکیوں کی لہریں اٹھیں لیکن بالآخر وہ دب گئیں اور ہم نے نیکیوں کو بدیوں میں تبدیل ہوتے دیکھا۔ قرآن کریم ایک عجیب اعلان فرما رہا ہے۔ حیرت انگیز طور پر ایک انقلابی اور مختلف اعلان ہے جو بظاہر تاریخ کے مخالف ہے اور وہ ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ حسنات ہیں جو برائیوں کو کھا جایا کرتی ہیں اور ختم کر دیا

کرتی ہیں۔ اسی نیکی اور بدی کے مقابلے کی تاریخ کو اب ایک اور طرح سے دیکھیں تو ایک دم تبدیل شدہ منظر آنکھوں کے سامنے ابھرتا ہے۔

انسان کے لئے بدی کرنا آسان کام ہے اور یہ پہاڑ سے نیچے اترنے والی بات ہے اور نیکی کرنا ایک مشکل کام ہے اور یہ پہاڑ پر چڑھنے والی بات ہے اور قرآن کریم نے اسی مثال کے طور پر نیکی کو بیان فرمایا۔ جب بدیاں پھیلتی ہیں۔ میں یہ بعد میں بتاؤں گا کہ اس وقت حسنات کی کیفیت کیا ہوتی ہے تو ایک آسان کام ہے اور ہر قسم کے طبعی محرکات اور عوامل بدیوں کی تائید میں حرکت کر رہے ہوتے ہیں۔ اپنی نیکی کو سنبھال کر رکھنا بڑا مشکل کام ہے۔ اور جب بدیاں زور مارتی ہیں تو ایک دفعہ انسان نیچے جانا شروع ہو تو وہ گرتا چلا جاتا ہے اس کے مقابل پر بدیوں کو نیکیوں میں تبدیل کرنا یہ ایک بہت بڑی قوت چاہتا ہے اور اگر یہ ہو تو یہ معجزہ ہے اور ہر نبی کے وقت یہی ہوا کرتا ہے اور سب سے زیادہ شان کے ساتھ یہ معجزہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ہوا۔ جہاں خدا نے ایک دفعہ یہ اعلان فرمایا کہ اے محمد ﷺ ہم تجھے ایسی تاریک رات میں یعنی اس لیلۃ القدر میں جو زمانے کی لیلۃ القدر ہے بھیج رہے ہیں کہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ساری دنیا میں ہر طرف خشکی ہو یا تری ہو، مذہبی دنیا ہو یا غیر مذہبی فساد پھیل چکا اور غالب آ گیا ہے ظَهَرَ کا مطلب ہے چڑھ دوڑا ہے۔ دنیا پر جس طرح موجیں چڑھ جایا کرتی ہیں اس طرح ہر چیز پر فساد چڑھ گیا ہے ایسی حالت میں خدا تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ یاد رکھو کہ جو نیکیاں ہم نے تجھے بخشی ہیں ان نیکیوں میں یہ طاقت ہے کہ بدیوں پر غالب آ جائیں اور وہ نیکیاں جن کا خدا کی ذات سے گہرا تعلق ہوتا ہے، جو عبادت کے نتیجہ میں نصیب ہوتی ہیں، جو ولایت کے نتیجہ میں نصیب ہوتی ہیں وہ نیکیاں کبھی مغلوب نہیں ہوا کرتیں اور ہر نبی کے زمانے میں تھوڑا یا بہت یہ معجزہ رونما ہوتا آپ دیکھیں گے کہ کامل بدی میں سے نیکی نکلنی شروع ہوتی ہے۔ راتوں سے دن کی شعاعیں پھوٹتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ سعید روحوں کی ایک درخشندہ صبح نمودار ہو جایا کرتی ہے۔ کہیں تھوڑی کہیں زیادہ مگر تھوڑی بھی ہو تو ایک عظیم فتح ہے۔ حسنات نے یہ ثابت کر دیا کہ ہر طاقت اُن کے مقابلے میں جتھا کر لے اور انسانی فطرت ان طاقتوں کی تائید میں کھڑی ہو تب بھی جو سچی نیکیاں ہیں ان کو غالب آنے کی استطاعت ہے اور خدا تعالیٰ کی

تقدیر یہ ہے کہ وہ ضرور غالب آئیں گی۔

پس اگر نیکیاں غالب نہ رہیں اور مغلوب ہو جائیں تو یاد رکھیں وہ نیکیاں نہیں ہیں ان کا جو چاہیں نام رکھ لیں نیکیاں مغلوب نہیں ہوا کرتیں۔ وہ اُس دور کی باتیں ہیں جبکہ لوگ اپنے دین کو بدل چکے ہوتے ہیں جبکہ تعلق باللہ کی بجائے ریاکاری شروع ہو چکی ہوتی ہے، جبکہ وحدانیت کی بجائے انانیت جگہ لے لیتی ہے اور انسان نفس پرست ہو جاتا ہے اس وقت آپ کو جو عبادتیں دکھائی دیتی ہیں وہ بالکل کھوکھلی اور بے معنی عبادتیں ہوتی ہیں اور وہی زمانہ ہے جبکہ بدیاں نیکیوں پر جو بظاہر نیکیاں ہوتی ہیں غالب آنے لگتی ہیں چنانچہ قرآن کریم نے اس مضمون کو بارہا مختلف رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ فرماتا ہے اس کے بعد ایسے لوگ ان کے وارث بن گئے جو حقیقی طور پر نیک نہیں رہے تھے، وہ بدیوں کے شکار ہو چکے تھے پس وہ نسل جو نیکیوں پر قائم ہو اور سچی نیکیوں پر قائم ہو وہ مغلوب نہیں ہوا کرتی۔ تین صدیوں تک ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا کردہ نیکیاں دنیا پر غالب آتی چلی گئی ہیں۔ معاشرہ میں بُرائیاں بھی آئیں تو بہت محدود حصہ میں اور بالعموم وہ معاشرہ نیکی کا معاشرہ تھا جہاں نیکی پنپتی ہے اور نیکی کے پنپنے کے نتیجہ میں قوموں کو جو دوسری سعادتیں نصیب ہوا کرتی ہیں وہ ساری نصیب ہوئیں۔ جب نیکی آتی ہے تو یہ صرف روحانی طور پر کسی قوم کو فضیلت نہیں بخشتی بلکہ دنیاوی فضیلتوں کے پیغام بھی ساتھ لاتی ہے۔ وہ مقصود نہیں ہوتے لیکن نیکی کے اندر ایک بنیادی صفت ہے کہ نیک آدمی غالب آنے کے لئے بنایا گیا اور اس کا غلبہ صرف مذہب کے دائرے میں محدود نہیں ہوتا بلکہ وہ غلبہ ایک عمومی حیثیت اختیار کر جاتا ہے اور قوم بحیثیت قوم غالب آجاتی ہے۔ مذہب کی تاریخ میں آپ کو یہ بات ہر جگہ بار بار دہرائی جاتی دکھائی دے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی ایسا ہی ہوا۔

پس یہ بات اللہ تعالیٰ نے یاد کروادی ہے کہ تم راتوں کو اٹھ کر عبادت کرنا لیکن اس کے لئے ایک کسوٹی بھی ہم تمہیں دیتے ہیں اگر تم سچے عبادت گزار ہوئے ایسے عبادت گزار ہوئے کہ تمہیں ولایت نصیب ہو تو اس کی علامت یہ ہوگی کہ تمہاری نیکیاں بدیوں پر غالب آئیں گی اور یہ مضمون دو طرح سے ظاہر ہوگا۔ ایک یہ جو شخص سچے معنوں میں ایک نیکی اختیار کرتا ہے اس کی نیکی پرورش پاتی ہے، بڑھتی ہے، پھولتی اور پھلتی ہے اور رفتہ رفتہ گناہوں کو سرکا سرکا کر باہر نکالنا شروع کر دیتی ہے۔

بعض لوگ ہیں انہوں نے نیکی کا ایک چھوٹا سا عہد کیا ہوتا ہے، ایک وقت میں ایک نیکی کا عہد کر لیتے ہیں اور پھر ان کا انجام ولایت پر ہوتا ہے، ابرار میں موت ہوتی ہے۔ یہ مضمون ہے جو انفرادی حیثیت سے صادق آتا ہے اور بالکل سچا اور قطعی مضمون ہے۔

جو شخص خدا کی خاطر نیکی کا عہد کرے اور نیکی پر قائم ہو جائے خواہ وہ چھوٹی ہی نیکی کیوں نہ ہو، ابتداء میں نیکی کا ایک معمولی حصہ ہی کیوں نہ ہو۔ اس میں نشو ونما کی طاقت ہوتی ہے اور وہ ضرور رفتہ رفتہ انسان کی کایا پلٹ دیتی ہے چنانچہ بہت سے اولیاء اللہ کے حالات کا آپ مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ ایک دن یا ایک رات میں آناً فاناً ولی نہیں بنائے گئے تھے۔ انہوں نے سچے دل سے بعض باتوں سے توبہ کی اور بعض نیکیاں اختیار کیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ اُن نیکیوں کو اتنا بڑھا دیا جیسے زرخیز زمین میں بیج پڑتا ہے اور بعض دفعہ سینکڑوں گنا بڑھ کر وہ دنیا کے لئے فوائد کا موجب بن جاتا ہے۔ پس نیک آدمی کی ذات میں نیکی پرورش پاتی ہے، یہ اس کا ایک مطلب ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ قومی طور پر اگر آپ نیک ہوں گے اور سچے نیک ہوں گے تو غیر سوسائٹی پر آپ کو غلبہ نصیب ہوگا اور ضرور ہوگا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ سچے نیکوں پر بدوں کو غلبہ عطا ہو جائے اور یہ بات ہم دنیا میں ہر جگہ مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ ہر قسم کے مخالف حالات میں بھی ترقی پذیر ہے اور مخالفت خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ ہو، معمولی ہو یا شدید ہو یہ جماعت میں برکت ہی پیدا کر رہی ہے۔ پس کتنی سچی بات ہے کہ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ لیکن اس راز کو اچھی طرح پلّے باندھ لیں کہ یہ حسنہ وہی ہے جو خدا سے تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہو۔ دنیاوی عادت کے طور پر نہ ہو، دکھاوے کے طور پر نہ ہو، اقتصادی فوائد کی غرض سے نہ ہو۔ جس طرح بعض قومیں لمبا اقتصادی تجربہ رکھتی ہیں تو تجارتی معاملات میں بالکل صاف ہوتی ہیں اور بعض نادان سمجھتے ہیں بڑی سچی قومیں ہیں حالانکہ جہاں ان کی تجارت کو حقیقی معنوں میں خطرہ درپیش ہو وہاں یہ سب نیکیاں ٹوٹ پھوٹ کر بالکل بیکار اور ضائع ہو جاتی ہیں اور بکھر جاتی ہیں۔ وہ قائم نہیں رہ سکتیں، وہ وفا کرنے والی نیکیاں نہیں ہوتیں۔ وفا کرنے والی نیکی وہی ہے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو اور خدا کی عبادت کے نتیجہ میں وہ پرورش پائیں۔ ایسی نیکی ہر قسم کے مخالفانہ حالات میں بھی زندہ رہنے اور باقی رہنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اسی لئے میں بارہا جماعت کو متوجہ کر چکا ہوں کہ قرآن کریم نے نیکی کی

تعریف میں باقی ہونا داخل فرما دیا۔ صالحات وہی ہیں جو باقیات بھی ہیں۔ کتنی عظیم کتاب ہے، کیسا فصیح و بلیغ کلام ہے؟ ایک جگہ جس بات کا ذکر فرمایا گیا ہے لازماً ہر جگہ اس قرآن میں جو تئیس سال میں نازل ہوا ہے۔ اسی مضمون کو دہرایا گیا ہے اور اس کو تقویت دی گئی ہے اور مختلف زاویوں سے پیش کیا گیا ہے۔ سارے قرآن کریم میں ایک بھی تضاد آپ کو دکھائی نہیں دے گا۔

پس اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ کا باقیات ہونا یہ دراصل ایک ہی مضمون کی دو شکلیں ہیں۔ پس جماعت احمدیہ کو جو مقابلے درپیش ہیں ان کی باقی باتیں میں انشاء اللہ آئندہ بیان کروں گا کیونکہ جتنی آیات تلاوت کی گئی ہیں وہ زیادہ ہیں اور تشریح کے ساتھ بیان کرنے کا وقت تھوڑا تھا اس لئے میں اسی آیت پر اس خطبہ کو ختم کروں گا۔ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ کے مضمون کو سمجھیں اور اس میں ایک گہرا راز ہے چنانچہ قرآن کریم نے متنبہ فرمایا ہے کہ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ یاد رکھو! کوئی معمولی بات نہیں ہے، یونہی کوئی محاورہ نہیں ہے جس طرح بعض دانشور محاورے گھڑ دیا کرتے ہیں اور وہ بڑے ہر دلعزیز بھی ہو جایا کرتے ہیں۔ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ جو اللہ کا ذکر کرنے والے لوگ ہیں، جو گہری فہم رکھنے والے لوگ ہیں ان کے لئے اس میں بہت بڑی نصیحت ہے۔ پس آپ کو غالب آنے کا راز سمجھایا گیا ہے۔ ایسا راز جو اتنا قطعی اور قوی ہے جو ناکام نہیں ہوگا اور کبھی آپ سے بے وفائی نہیں کرے گا۔ آپ کی تبلیغ کی کامیابی کا ایک ایسا راز آپ کو بتلا دیا گیا کہ وہ بے شک آپ کو براہِ راست دکھائی نہ دے کہ تبلیغ میں ممد ہوگا لیکن قرآن کریم کی بات جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ آپ اپنی ذات میں حسنات کو قائم فرمائیں اور قائم کرنے کا طریق یہ ہے کہ عبادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے اپنا ذاتی تعلق بڑھائیں۔ دن کو بھی عبادت کریں، رات کو بھی عبادت کریں اور ذِكْرٰى سے نصیحت حاصل کریں۔ ذِكْرٰى خدا کے ذکر کو بھی کہتے ہیں۔ ذِكْرٰى تاریخ میں آنے والی قوموں کے حالات کو بھی کہتے ہیں جو سبق آموز حالات ہوں تو فرمایا کہ تم قوموں کی تاریخ کا، ان کے عروج و زوال کا مطالعہ کیا کرو اور مذہبی نقطہ نگاہ سے تم ہمیشہ یہ بات دیکھو گے جب قومیں خدا سے دور ہٹی ہیں تو ہلاک کر دی گئی ہیں اور دنیاوی طاقت ان کو بچا نہیں سکی اور جن قوموں نے اپنے معاشرے کو غیر معاشرے سے مرعوب ہو کر چھوڑ دیا ہے اور وہ سمجھی ہیں کہ یہ زیادہ ترقی یافتہ لوگ ہیں۔ ہمیں ان جیسی عادتیں اختیار کرنی چاہئیں۔ ان کے ساتھ ڈانس کریں، ان کے ساتھ شرابیں پئیں، ان

کے ساتھ آزادی سے پھریں تو ہمیں عزت کا مقام ملے گا۔ یہ قوم پھر ہمیں اپنے جیسا درجہ دے گی۔ فرمایا یہ سب دھوکہ ہے۔ ذِکۡرٰی کا یہ بھی معنی ہے۔ قرآن کریم ذِکۡرٰی کی پہلے مثال بیان فرما چکا ہے۔ کہتا ہے کہ بیوقوف نہ بننا۔ انسانی نفسیات کے خلاف باتیں ہیں۔ **ناممکن ہے کہ بدوں کے رنگ اختیار کر کے تمہیں عزت نصیب ہو جائے۔ عزت حاصل کرنے کے لئے خدا کے رنگ اختیار کرنے ہوں گے۔** اس جیسے اخلاق اپنانے ہوں گے۔ عزت حاصل کرنے کے لئے ایسی حسنات کو اختیار کرنا ہو گا جن کے اندر یہ غالب طاقت موجود ہے کہ وہ بدیوں کو زائل اور باطل کرتی چلی جاتی ہیں اور نیکی وہی ہے جو غالب ہو کر چمکے جیسے کہتے ہیں کہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ حقیقت میں جب ایک احمدی سچی نیکی اختیار کرتا ہے تو اس کا معاشرہ اس سے متاثر ہو رہا ہوتا ہے۔ اس سے مرعوب ہو رہا ہوتا ہے۔

ظاہری طور پر چند دن باتیں ہوتی ہیں کہ جی تم پاگل لوگ کس زمانے کے انسان ہو۔ آج کے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں رہا لیکن نیکی دل میں گہرا اثر کرنے والی چیز ہے اور کچھ عرصے کے بعد جو لوگ ایک نیک کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں وہ اس سے مرعوب ہوتے چلے جاتے ہیں، اس کی عزت کرتے چلے جاتے ہیں، اس سے نیکی کے رنگ سیکھنے لگتے ہیں اور نیک انسان اکیلا نہیں رہتا۔

وہ ایک جاگ کے قطرے کی طرح ہوتا ہے جسے خواہ سمندر میں بھی پھینک دیا جائے۔ اس کے مقدر میں بڑھنا ہی بڑھنا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں یہ تاریخ یعنی نیکیوں کی تاریخ اسی طرح دہرائی گئی تھی لیکن بہت بڑی شان کے ساتھ جو پہلے برتنوں میں دہرائی جاتی تھی، جو پہلے تالابوں میں دہرائی جاتی تھی وہ تمام عالم کے سمندروں میں دہرائی گئی اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساری دنیا کی اصلاح کے لئے قائم فرمایا گیا۔ آپؐ نے وہی کام کرنا ہے تو اسی طریق پر کرنا ہو گا جس طریق پر خدا نے آپؐ کو سمجھایا اور آپؐ نے کر کے دکھایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین